اسلام و سائنس

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری (نیپال)

اکتشافاتِ سائنس اور خدا کائنات کی وسعت اور مالک کائنات کی ربوبیت عام اور قدرت کاملہ کے لئے مندرجہ ذیل تحقیقات و اکتشافات کو ملاحظہ کریں۔ سائنس دانوں کا بیان ہے جس کو ایک مستند اور ماہر فلکیات نے لکھا ہے کہ سورج ہماری زمین سے نو کروڑ تئیس لاکھ میل بلندی پر ہے وہاں تک خلائی راکٹ[عہ] سے سفر کریں تو مستقل پرواز میں سات سال کی مدت درکار ہوگی۔

(قدرت کے بھید ص۴۲ مؤلفہ محمد اسحاق صدیقی)

(۲) نظام شمسی کا ایک ستارہ پلوٹو سیارہ ہے یہ زمین سے تین ارب پچھتر کروڑ میل کی دوری پر ہے وہاں تک خلائی راکٹ سے سفر کریں تو مسلسل پرواز کو چالیس سال لگیں گے اور ہمارے نظام شمسی سے متحرک سیاروں کی ہوئی۔ تمام ستاروں میں سے پانچ ستارے ایسے ہیں جن کی جگہ آسمان میں بدلتی رہتی ہے۔ یعنی عطارد، زہرہ، مریخ،

عہ راکٹ و جہاز میں فرق یہ ہے کہ جہاز بغیر ہوا کے نہیں اڑتا اور راکٹ وہاں خوب اڑتا ہے جہاں ہوا نہ ہو۔ (قدرت کے بھید ص۲۶)

مشتری، زحل۔ یہ اب سیارے کہلاتے ہیں کیونکہ یہی سیر کرتے رہتے ہیں۔ چاند سورج بھی سیارے ہیں۔ (قدرت کے بھید ص۱)

(۳) لیکن ثوابت سیاروں تک پہونچنے کے لئے اگر ان میں سے قریب ترین سیارہ تک سفر کریں اور ایسے خلائی جہاز سے سفر کریں جو پندرہ ہزار میل فی گھنٹے چلے تو اس سیارہ تک پہونچنے کے لئے ایک لاکھ سال کی مدت درکار ہوگی عہ

(۴) اب مزید سنئے: ارباب سائنس کی مشہور تحقیق یہ ہے کہ روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کرلیتی ہے۔ اس حساب سے وہ ایک سال میں جتنا فاصلہ طے کرے گی اس کو نوری سال کہتے ہیں۔ (قدرت کے بھید ص۵)

(۵) سائنس کی اس تحقیق کی روشنی میں کہکشاں تک سفر کرنے کا حال پڑھئے ایک سائنس داں کا بیان ہے کہ اگر ہم نے کہیں قریب ترین کہکشاں تک پہونچنے کی ہمت کرلی اور قسمت سے وہ خلائی راکٹ ہم کو میسر آگیا جو روشنی کی شرح رفتار سے یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار فی سکنڈ کی رفتار سے چلے تو اس کہکشاں تک پہونچنے میں مدت دو ہزار سال نوری کی لگ جائے گی یعنی قریب ترین کہکشاں تک پہونچنے کے لئے دو لاکھ برس کی مدت لگے گی کیونکہ ایک سال نوری مترادف ہوتا ہے ۶۰×۹۰ لاکھ میل کے۔

(۶) پھر ایک کہکشاں اور ہے وہاں تک پہونچنے کے لئے کوئی خلائی راکٹ روشنی

عہ واضح رہے کہ امریکی خلا بازوں نے جس راکٹ سے سفر کیا تھا اس کی مجموعی اوسط رفتار پندرہ ہزار میل فی گھنٹہ تھی۔ (الحسنات چاند نمبر اکتوبر ۱۹۶۹ء)

اور ۱۶ر جولائی سے ۲۴ر جولائی تک ان کا یہ سفر رہا۔ آمد و رفت مع قیام بھی آٹھ دن تین گھنٹہ ۱۸ منٹ خرچ ہوا۔ (روزنامہ دعوت دہلی ۱۶ر اپریل ۱۹۷۰ء)

کی رفتار سے پرواز کرے تو وہاں تک رسائی پندرہ لاکھ سال میں ہو گی (صدق ۱۶ ارمارچ ۱۹۶۴ء)

(۷) بعض ستارے ایسے ہیں جن کی روشنی کو زمین تک پہونچنے میں چھ ارب سال لگتے ہیں جبکہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ ہے (قدرت کے بھید ص۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے سیاروں تک پہونچنے کے لئے اگر کوئی ایسے خلائی راکٹ سے سفر کریں جو ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ کی رفتار سے اڑے تو کہکشاں کے اس سیارہ تک پہونچنے میں سولہ ارب سال لگ جائیں گے۔ (العظمۃ للّٰہ)

ملحوظہ قدرت کے بھید کے مصنف لکھتے ہیں کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ ہے اس حساب سے سال میں جتنے سکنڈ ہوتے ہیں اس کو اس گنتی ۲۴ × ۳۶۰ × ۶۰ × ۶۰ سے ضرب دیجئے تو معلوم ہو گا کہ روشنی ایک سال میں تقریباً ساڑھے ۵ کھرب میل کا فاصلہ طے کرے گی۔ سو لاکھ کا ایک کروڑ، سو کروڑ کا ایک ارب اور پھر ایک سو ارب کا ایک کھرب ہوتا ہے۔ اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک نوری سال کتنے زبردست فاصلہ کا نام ہے؟

اس پیش کردہ خاکہ سے کائنات کی بے پناہ وسعتوں کا اندازہ کچھ آپ کر رہے ہوں گے۔ جب اس کائنات کے تصور سے دماغ چکرا جاتا ہے تو اس عظیم کائنات کے خالق کی عظمت و جلالت شان کا ادنیٰ تصور بھی ہم اور آپ کیا کر سکتے ہیں؟

(۸) سائنس دانوں کا بیان ہے کہ سورج کا حجم اتنا زیادہ ہے کہ اگر وہ کھوکھلا ہوتا تو اس میں موجودہ زمین جیسی تیرہ لاکھ زمینیں سما جاتیں۔ اسی سے آپ کو زمین کے مقابلہ میں سورج کے حجم کا اندازہ ہو جائے گا گویا موجودہ زمین کی وسعت کا سورج کے حجم سے کوئی مقابلہ نہیں۔ ایسی تیرہ لاکھ زمینیں بھی سورج کے حجم اور اس کی وسعت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں بلکہ اس زمین کی طرح تیرہ لاکھ زمین کی کشادگی و گولائی شامل کر دیں تب جا کر سورج کی گولائی کے برابر ہو گی۔ (قدرت کے بھید ص۳۳)

(۹) لیکن یہ سورج بھی سدائم یعنی کہکشاں کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہے اس لئے کہ یہ کہکشاں سورج بلکہ سورج سے بھی ہزاروں گنا بڑے اربوں ستاروں پر مشتمل ہے اور ہمارا یہ سورج کہکشاؤں کے اربوں ستاروں میں سے ایک معمولی سا ستارہ ہے۔ سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ قریب ترین کہکشاؤں میں ستاروں کی تعداد دو کھرب ہے۔ اس کہکشاں میں سورج سے ہزاروں گنا بڑے ستارے کروڑوں بلکہ اربوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ (قدرت کے بھید ص۶۵)

(۱۰) یہ تو قریب ترین کہکشاں کی بات ہوئی۔ ذرا تصور کیجئے کائنات کی وسعت کا کہ اس کہکشاں کے علاوہ ایسی کروڑوں کہکشائیں کائنات میں اور بھی ہیں اور ہر کہکشاں میں تقریباً ایک کھرب ستارے ہیں۔ (قدرت کے بھید ص۶۹)

امریکہ کی انتہائی طاقت ور دُوربین کی مدد سے کائنات میں دو کروڑ سدائم یا بلفظ دیگر دو کروڑ کہکشاؤں کا مشاہدہ ہوا ہے۔ (صدق جدید لکھنؤ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۹ء)

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب للکارا ہے ؎

ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

؎ اس طرح بعض ستارے سورج سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ کوئی سو گنا زیادہ روشن ہے اور کوئی چار ہزار گنا اور حق الجیاد تو اتنا چمکدار ہے کہ اگر ہمارے سورج کی طرح بیس ہزار سورج اور ملائے جائیں تب جاکر اس کی چمک کے برابر ہوں گے اور سہیل ستارہ کی چمک ہمارے سورج سے اسّی ہزار گنا زائد روشن ہے۔ (قدرت کے بھید ص۶۱)

یہ ستارے اتنے دور ہیں کہ دنیا کی بڑی سے بڑی دُوربین سے دیکھنے پر بھی بس ایک نقطہ معلوم ہوتے ہیں۔

ان اکتشافات اور سائنس کی ان تحقیقات سے کائنات کی بے پناہ وسعت اور مالک کائنات کی قدرت وعظمت خوب واضح ہوتی ہے۔

کہکشاں کی عظمت ورفعت یہ کہکشاں خود کتنی عظمت وجسامت رکھتی ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ روشنی کو کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں ایک لاکھ سال لگتے ہیں جبکہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ ہے اور روشنی جب ایک سال میں ساٹھ کھرب میل کا فاصلہ طے کرتی ہے تو ایک لاکھ سال میں اس کی رفتار ومسافت کہاں سے کہاں تک پہونچے گی۔ یہ حساب قیاس کی ادراک اور اعداد وشمار کی گرفت وتصور سے خارج ہے۔

"تسخیر قمر" کے مصنف علامہ شہاب الدین ندوی بنگلوری لکھتے ہیں کہ ہمارے کہکشاؤں کا دَل (موٹاپا) بے کراں وسعت رکھتا ہے اس کا اندازہ اس طرح سے ہوگا کہ اگر خلائی راکٹ اس طرح کا میسر آجائے جو روشنی کی رفتار کے مطابق ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ چلے تو کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچنے کے لئے اس خلائی راکٹ کو ایک سال کی مدت درکار ہوگی۔ (تسخیر قمر قرآن کی نظر میں ص ۱۲۸)

یہی مصنف مولانا شہاب الدین ندوی دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا کہکشاؤں کو انسان کیا خاک فتح کرسکے گا جس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچنے کے لئے خلائی راکٹ کو ایک لاکھ سال لگیں گے۔ پھر ان کہکشاؤں سے متصل دوسری قریبی کہکشاں تک انسان کیا خاک پہنچ سکے گا۔ کیونکہ ہماری کہکشاں کو پھلانگ کر دوسری قریبی کہکشاں تک پہونچنے کے لئے اس کو اگر وہ خلائی راکٹ میسر آجائے جو روشنی کی شرح رفتار کے مطابق ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی رفتار سے پرواز کرتے تو اس کو پرواز کرتے ہوئے چھ لاکھ برس لگ جائیں گے۔ یہ دوسری قریب کہکشاں کا حال ہے۔ اس قسم کی اربوں کہکشائیں اور بھی ہیں اور انسان اگر

روشنی کی رفتار سے سفر کرنے کے قابل ہو بھی جائے تب بھی دوسری کہکشاؤں تک پہونچنا ناممکن ہے۔

اسی طرح ہماری کہکشاؤں کے ستاروں میں سات آٹھ سال نوری کا فاصلہ ہے یعنی ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے سات آٹھ نوری سال کے فاصلے پر ہے۔ یہ اس فاصلہ سے پانچ لاکھ گنا بڑا ہے جو زمین و سورج کے درمیان ہے۔ اب ذرا سوچئے کہ جب سورج زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے تو اس کے پچاس لاکھ گنا کا فاصلہ کیا ہوگا۔ اعداد و شمار حساب بتانے سے قاصر ہیں۔ (قدرت کے بھید ص ۶۵)

چاند، سورج و کہکشاؤں پر خدائی کنٹرول

اب ان مباحث کے پڑھنے کے ساتھ یہ بھی سوچنا چاہئے کہ چاند و سورج کو کس طرح اس عظیم الشان خلاء میں معلق فرمادیا ہے ایسی بھاری بھرکم چیز خلاء میں کس کے کنٹرول سے قائم ہے اور عظیم الشان کرّے خصوصاً سورج جو پوری روئے زمین سے ۱۳ لاکھ گنا بڑا ہے کسی انسانی کارخانہ میں ڈھالا جاسکتا ہے اور پھر کس کی قدرت ہے کہ اس کو اچھال کر ـــ نو کروڑ تیس لاکھ کی بلندی پر پہونچادے۔ پھر یہ کس کی طاقت ہے کہ سورج کو وہاں اس طرح معلق کردے۔ نہ اس سے اوپر جاسکے اور نہ اس سے نیچے آسکے۔ ان تمام سیاروں، چاند، سورج، ستاروں، کہکشاؤں کی ایسی تخلیق اور ایسی عظیم قدرت اور ان پر اس طرح عظیم الشان کنٹرول فاطر السماوات والارض اور ـــ بدیع السماوات والارض کے علاوہ اور کسی کے بس کی بات ہے،

خداوند کریم نے سورۂ حج میں ارشاد فرمایا ہے: وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ (سورۂ حج)

یعنی اللہ تعالیٰ سماوی کائنات کو روکے ہوئے ہے اپنے کنٹرول میں لئے ہوئے ہے کہ وہ زمین پر گر نہ پڑیں۔ مگر جب اس کی اجازت ہو جائے گی تو زمین و آسمان

تو پھر اس عجز و بے بسی کے باوجود یہ شور و غوغا کیوں ہے کہ انسان نے گویا کائنات سر کر لی اور ہر طرف اپنی فتحمندی کے جھنڈے گاڑ دئے۔ اقبال مرحوم نے کیا ہی خوب لکھا ہے ؎

خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے

محمد اسحاق صاحب صدیقی نے کیا خوب لکھا ہے کہ اتنی بڑی کائنات میں ہمارے سورج کی حقیقت وہی ہے جو بالو کے ایک ذرہ کی ہوتی ہے۔ انسان کائنات کی تسخیر کا خواب دیکھتا ہے لیکن یہ کبھی نہیں سوچتا کہ اس کی حیثیت کیا ہے۔ یہ انسان زمین، سورج، چاند اور اس عظیم الشان کائنات کے آگے محض ایک ذرہ کی حیثیت رکھتا ہے اگر زمین تو کیا پورا نظام شمسی تباہ ہو جائے تو کائنات کا اتنا ہی نقصان ہوگا جتنا کہ کسی ریگستان میں ایک ذرہ کے اڑنے سے نقصان ہو سکتا ہے۔ (قدرت کے بھید ص ۱۷)

آئن اسٹائن کا بصیرت افروز اعتراف حق

آئن اسٹائن جس نے سائنس میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اب تک انسان نے کائنات کے بارے میں جتنا کچھ جانا اور سمجھا ہے۔ اگرچہ اس کی حیثیت اتنی ہی ہے جتنی کہ سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ کی ہوتی ہے لیکن یہ قطرہ اس قدر حیرت انگیز ہے کہ عقل انسانی کو دریائے حیرت میں غرق کر دینے کے لئے کافی ہے اور جب بحر کائنات میں ایک قطرہ کا یہ حال ہے تو اس عجیب و غریب عظیم الشان کائنات کے خالق و مالک کی عظمت کا کیا حال ہوگا۔ میں تو نہایت عجز کے ساتھ اس لامحدود صفات والی ذات اقدس کے گن گاتا ہوں جو اپنے آپ کو اپنی کاریگری کی اس خفیف سی تفصیل میں ظاہر کر رہی ہے اس کے جلوے کائنات میں ہر طرف ضو فشاں ہیں جو خدا کے متعلق ہمارا تصور قائم ہی نہیں پختہ بھی کر رہے ہیں (الحسنات رام پور ۱۹۶۹ء)

معرفت رب پر ایک نفیس حکایت

خدا شناسی کا ایک واقعہ ایک بوڑھی عورت کی زبان سے ملاحظہ فرمائیے۔ ایک مولوی صاحب نے ایک بڑھیا کو چرخہ کاتتے دیکھ کر فرمایا کہ بڑی بی ساری عمر چرخہ ہی کاتا یا کچھ اپنے خدا کی بھی پہچان حاصل کی۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ سب کچھ اسی چرخہ میں دیکھ لیا۔ مولوی صاحب نے کہا تو پھر بتاؤ کہ خدا موجود ہے یا نہیں۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں ہر گھڑی اور رات و دن ہر وقت موجود ہے اس کی دلیل بھی میرا چرخہ ہے کیونکہ جب تک میں اس چرخہ کو چلاتی رہتی ہوں تو برابر چلتا رہتا ہے جب میں اسے چھوڑ دیتی ہوں تو یہ ٹھہر جاتا ہے۔ جب اس چھوٹے سے چرخے کو ہر وقت ایک چلانے والے کی ضرورت ہے تو زمین و آسمان و چاند و سورج کے اتنے بڑے چرخوں کو کس طرح چلانے والے کی ضرورت نہ ہوگی ہے اور ضرور ہے پس جس طرح میرے کاٹھ کے چرخے کو ایک چلانے والا چاہیئے جب تک وہ چلاتا رہے گا یہ سب چرخے چلتے رہیں گے اور جب وہ چھوڑ دے گا وہ ٹھہر جائیں گے۔ چونکہ ہم نے کبھی آسمان و زمین وغیرہ کو ٹھہرتے نہیں دیکھا اس لئے خیال ہے کہ اس کا چلانے والا ہر گھڑی موجود رہتا ہے اور وہی خدا ہے جو اربوں کہکشاؤں اور لامحدود سیاروں کو ایک ہمہ گیر نظام و کنٹرول کے تحت چلا رہا ہے۔ یہ تمام ستارے سیارے اتنے منظم طریقہ پر اپنے اپنے مقررہ مدار میں گردش کر رہے ہیں کہ بے ساختہ کردگار کی صنعت کی داد دینی پڑتی ہے، چنانچہ یہ تمام اجرام سماوی نہ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں نہ ان کے نظام گردش میں خرابی ہوتی ہے جب کہ ارشاد ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (سورۃ یٰسین)

یعنی سورج اپنے مستقر ہی میں گردش کرتا ہے یہ حکم خداوند غالب جاننے والے

کا ہے اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کردی ہیں یہاں تک کہ ہو جائے سوکھی ہوئی کھجور کی شاخ کے مانند اور سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند سے ٹکرائے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سبھی ستارے آسمان کے بیچ چلتے ہیں۔

چاند پر اترنے کے بعد انسان خدا کی مملکت میں

مولانا محمد شہاب الدین ندوی بنگلوری نے چاند کی تسخیر کے سلسلے میں قرآن کریم سے کافی استشہاد کیا ہے۔ اپنے معلومات آفریں مقالہ میں بڑی وضاحت سے لکھتے ہیں کہ انسان چاند پر جاکر بھی خدا بیزاری کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں پائے گا اور نہ خدائی مملکت سے باہر کسی اور مملکت میں جاسکتا ہے بلکہ چاند یا دیگر سیاروں میں جانے سے قبل جس طرح عبد تھا اسی طرح چاند میں اترنے کے بعد بھی وہ محض عبد ہی رہے گا۔ اس کی عبدیت بڑے سے بڑے سیاروں تک رسائی کے بعد بھی قائم رہے گی۔ ہم اُن کے نفیس علمی مقالہ سے تھوڑا سا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں:

انسان اگر زمین میں رہتا ہے تب اللہ تعالیٰ کی سلطنت و حکومت ہی میں رہتا ہے اور اپنی زندگی بسر کرتا ہے اگر چاند وغیرہ پر پہونچ جاتا ہے تب بھی خدا ہی کی مملکت و سلطنت میں۔ ارشاد ہے: الحمد للہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض ولہ الحمدُ فی الآخرۃ وھو الحکیم الخبیر ۝ (سورۂ سبا)

یعنی تعریف کا مستحق صرف اللہ ہے زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب اس کی ملکیت ہے اور آخرت میں بھی تعریف کا مستحق صرف وہی ہوگا وہ بڑا ہی حکمت والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شئ قدیر (سورۂ ملک)۔

بڑی ہی بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں پورے کائنات کی بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ غرض انسان جہاں بھی رہے گا خدا ہی کی سلطنت میں

رہے گا اور خدا کے مقرر کردہ حدود سے آگے نہ بڑھ سکے گا اور وہ ہمیشہ عبد ہی رہے گا۔

انسان قوانین قدرت کا بہر حال پابند ہے

انسان خواہ چاند پر پہونچ جائے یا زہرہ و مریخ پر وہ اپنی بندگی یا قانون فطرت و قدرت (LAW OF NOTOR) کی پابندی سے آزاد نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اس کے برعکس کچھ مزید الجھنوں اور بندشوں میں گرفتار ہو جاتا ہے مثلاً "شہاب ثاقب" اور کائناتی شعاعوں کی ہلاکت خیزی سے محفوظ رہنے کے لئے ایک دفاعی خول (خلائی لباس) کا انتظام، خورد و نوش کا انتظام، ہوا کا انتظام اور باہم گفتگو کے لئے ایک پیچیدہ قسم کی مشینری کا اہتمام۔

پھر ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لئے خلا بازوں کو برسوں ٹریننگ دی جاتی ہے اور سخت قسم کی مشقیں کرائی جاتی ہیں کیونکہ خلاؤں کا سفر کوئی آسان بات یا کھیل تماشہ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دربارِ الٰہی سے نسبتاً جس قدر قرب بڑھتا جائے گا شاہی آداب میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا۔ یہ ہے وله ما فی السماوات وما فی الارض کل له قانتون کا دلولہ انگیز نظارہ یعنی بلاشبہ زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے اور اب اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ سارا عالم قدرت کے مقرر کردہ ضوابط و قیود و شرائط کی پابندی پر مجبور ہے۔ (تسخیر قمر قرآن کی نظر میں)

(باقی آئندہ)

غزوۂ بنی نضیر
سبب اور زمانے کی تعیین

(۲)

مولانا ڈاکٹر ظفر احمد صاحب صدیقی

اس کے برخلاف ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو نضیر کی جلا وطنی کا واقعہ اس لئے پیش آیا کہ کفار قریش کی تخویف و تہدید اور بہکاوے میں آکر ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور اس کے لیے طریق کار یہ اپنایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی کہ آپؐ اپنے تیس آدمیوں کو ساتھ لے کر فلاں جگہ تشریف لائیں۔ ہم بھی اپنے تیس آدمیوں کو لے کر وہیں آجائیں گے۔ آپؐ کی باتیں سن کر اگر ہمارے علماء نے آپؐ کی تصدیق کی تو ہم سب اسلام قبول کرلیں گے، لیکن اس تجویز سے ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ موقع پاکر آپؐ کا کام تمام کردیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیش کش قبول فرمالی اور تیس آدمیوں کے ساتھ نکل پڑے۔ دوسری طرف بنو نضیر بھی چلے، لیکن انھیں خیال آیا کہ تیس جاں نثار صحابہ کی موجودگی میں اپنے ارادے میں کامیابی ممکن نہیں۔ اس لیے ان لوگوں نے آپؐ کے پاس دوسرا پیغام بھیجا کہ ساٹھ آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ میں افہام و تفہیم کا موقع نہ مل سکے گا، لہٰذا بہتر یہ ہوگا کہ جانبین سے

صرف تین آدمی آ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی قبول فرما لیا۔ بنو نضیر کے تینوں آدمی کپڑوں کے نیچے خنجر چھپائے ہوئے چلے، لیکن ابھی آپ راستے ہی میں تھے کہ بنی نضیر کی ایک نیک دل خاتون نے اپنے مسلمان بھتیجے کو اصل صورتِ حال سے مطلع کر دیا۔ اس خاتون کے بھائی نے فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش سے آگاہ کر دیا۔ آپ واپس چلے آئے اور اگلے دن ان کے محاصرے کا حکم صادر فرمایا۔ بالآخر یہ لوگ جلاوطن کر دیئے گئے۔ اس بیان کا ماخذ عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی (ف ۲۱۱ھ) کی روایت ہے، جسے انھوں نے "المصنف" میں اس طرح درج فرمایا ہے:

عبدالرزاق[1]، عن معمر، عن الزهری[2]،	عبدالرزاق، معمر سے، اور وہ زہری سے روایت
قال و أخبرنی عبداللہ[3] بن عبدالرحمٰن	کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن
بن کعب بن مالك، عن رجل من	عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ نبی کریم
أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن	صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت
کفار قریش کتبوا إلی عبداللہ بن أبی	ہے کہ کفار قریش نے عبداللہ بن ابی بن سلول

---

[1] (عبدالرزاق) "ثقة، حافظ، مصنف شہیر" التقریب ص ۱۲۷۔

[2] (الزهری) "اعلم الحفاظ" تذکرة الحفاظ ۱/۱۰۸ "الفقیه، الحافظ، متفق علی جلالته واتقانه" التقریب ص ۱۹۵۔

[3] (عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالك) قال الحافظ ابن حجر: "أظنه أنه انقلب وانه عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالك، شیخ الزهری، وهو مترجم فی التهذیب، ولکن ذکره ابن حبان فی الطبقة الثالثة من الثقات، کالذی وقع هنا، فلعله ابن عمه، واللہ اعلم" تعجیل المنفعة لابن حجر، دار الکتاب العربی، سنہ ندارد، ص ۲۲۸۔